فرقہ واریت کی شرعی حیثیت، اسباب وسدباب- تحقیقی مطالعہ

غازی عبدالرحمن قاسمی*

محمد مجتبیٰ**

مقبول حسن گیلانی***

Islam is a universal religion which advocates peace and love among human beings. It preaches moderation in all walks of life. But at present the Muslim Ummah is facing the menace of sectarianism which is detrimental to its very existence. The study of the Quran and the Sunnah reveals the fact that the nations that were divided into sects and factions in the past were annihilated. Therefore the Muslim Ummah has been urged to avoid sectarianism. In the present conditions, the Muslims should tolerate differences of thought and opinion with patience. If they want to voice their differences they should be very logical in the light of the Quran and the Sunnah.Every group or party which follows the injunctions of the Quran and Sunnah and ways of the Sahaba Karam (May God be pleased with them) is on the right path and does not practise Sectarianism. The present article analyses sectarianism in the light of Quran and the Sunah and studies its causes and eradications comprehensively.

تعارف:

اسلام اتحاد واتفاق کاداعی وحامی دین ہے۔جو ہر قسم کی فرقہ واریت کی مذمت کرتا ہے۔اس وقت امت مسلمہ جن مسائل کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے ان میں فرقہ واریت کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔عدم برداشت اور مخصوص افکار کی ترویج واشاعت کی شدت نے ان راستوں پر چلادیاہے جو بربادی کی طرف لے کر جارہے ہیں۔ان حالات میں زاویہ سوچ اور مزاجوں میں اعتدال ومیانہ روی لانے کی جدوجہد،اور فرقہ واریت کی حوصلہ شکنی کرنا وقت کا تقاضا ہے۔اوراتفاق واتحاد کی فضا قائم کرنااہم ترین کام ہے۔زیر نظر آرٹیکل میں فرقہ واریت کی شرعی حیثیت اوروہ اسباب جن سے فرقہ واریت پروان چڑھتی ہے ان کا تجزیہ کرنے کے بعد ان کے سدباب اور خاتمہ کے لیے لائحہ عمل کو بیان کیا گیاہے۔

*لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان، پاکستان

**پرنسپل، لیڈرشپ کالج ملتان، پاکستان

***ایسوسی ایٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف ایجوکیشن ملتان کیمپس، ملتان

فرقہ واریت کی شرعی حیثیت:

عصر حاضر میں امت مسلمہ کو جو بنیادی مسئلہ در پیش ہے وہ "فرقہ واریت" کا ہے۔ اس وقت من حیث المجموع ہر فرقہ اور جماعت خود کو برحق اور دوسروں کو گمراہ سمجھ رہی ہے۔ اور عدم برداشت کا یہ حال ہے کہ بسا اوقات اس کی نوبت دوسروں کی " تکفیر" تک جا پہنچتی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں متعدد مقامات پر فرقہ واریت سے منع کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ (1)

"اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو۔"

اس آیت میں حبل اللہ سے مراد قرآن کریم ہے۔(2) جس کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم ہے۔

امام ابن جریر طبری (م-310ھ) ﴿ولا تفرقوا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولا تتفرقوا عن دين الله وعهده الذي عهد إليكم في كتابه، من الائتلاف والاجتماع على طاعته وطاعة رسوله صلى الله عليه وسلم(3)

"اور الگ نہ رہو اللہ کے دین سے اور اس کے عہد سے جو اس نے اپنی کتاب میں تم سے لیا ہے کہ آپس میں الفت ومحبت کا رویہ اختیار کرو اور اللہ و رسول کی اطاعت پر مجتمع ہو جاؤ۔"

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (4)

"تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا انہی لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں شیخ ابن عطیہ اندلسی (م-542ھ) لکھتے ہیں:

ثم نهى الله تعالى هذه الأمة عن أن يكونوا كالمتفرقين من الأمم، واختلفت عبارة المفسرين في المشار إليهم، فقال ابن عباس هي إشارة إلى كل من افترق في الأمم في الدين فأهلكهم الافتراق، وقال الحسن هي إشارة إلى اليهود والنصارى، وقال الزجاج يحتمل أن تكون الإشارة أيضا إلى فرق اليهود وفرق النصارى (5)

"پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو منع کیا کہ وہ سابقہ فرقہ واریت کرنے والی امتوں کی طرح نہ ہوں، مفسرین کا مشارالیہ میں اختلاف ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ اس میں ہر اس گزشتہ امت کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے دین میں تفرقہ بازی کی تو اس فرقہ واریت نے انہیں ہلاکت میں ڈال دیا اور حسن نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے یہود و نصاریٰ کی طرف اور زجاج نے کہا اس میں احتمال ہے کہ اشارہ یہودیوں کے فرقوں کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور نصاریٰ کے فرقوں کی طرف بھی۔"

معلوم ہوا فرقہ واریت اس قدر نقصان دہ ہے کہ کہ سابقہ امتیں فرقہ واریت کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں اسی لیے امت محمدی ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اقوام سابقہ اور ملل قدیمہ کی طرح فرقہ واریت کی راہ پر نہیں چلنا۔ اسی طرح دوسرے مقام پر فرقہ واریت پھیلانے والوں کے بارے میں کہا گیا کہ آپ ﷺ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (6)

"بیشک جن لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اپنے دین کو، اور وہ مختلف (فرقے اور) گروہ بن گئے آپس میں، آپ کا ان سے (اے پیغمبر!) کوئی واسطہ نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر قیامت کے دن وہ ان کو خبر کر دے گا ان کے ان تمام کاموں کی جو یہ کرتے رہے تھے۔"

امام ابن کثیر (م-774ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والظاهر أن الآية عامة في كل من فارق دين الله وكان مخالفا له فإن الله بعث رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وشرعه واحد لا اختلاف فيه ولا افتراق فمن اختلف فيه وكانوا شيعا أي فرقا كأهل الملل والنحل والأهواء والضلالات فإن الله تعالى قد برأ رسول الله صلى الله عليه وسلم مما هم فيه۔(7)

"اور ظاہر بات یہ ہے کہ آیت عام ہے جو بھی اللہ کے دین میں افتراق پیدا کرے اور اس کی مخالفت کرے وہ اس وعید میں داخل ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کو غالب کرے۔ اور آپ کی شریعت ایک ہے اس میں اختلاف وافتراق نہیں ہے۔ اور جو شخص اس میں اختلاف کر کے فرقہ بنائے ان لوگوں کی طرح جو خواہشات، گمراہی اور خواہش کی اتباع کرتے ہیں۔ وہ بھی

اس وعید میں داخل ہے۔ تحقیق اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو اس سے بچایا ہے جس میں وہ فرقہ پرست ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ جو لوگ اپنے دین میں اختلاف وافتراق کا باعث بنیں آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کے لیے سخت احکامات بیان کیے ہیں جو امت کی متحد صفوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات میں فرقہ واریت سے منع کیا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللَّهِ مَعَ الجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ» (8)

"اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا امت محمدیہ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے جبکہ جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ آگ میں ڈال دیا گیا۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّهُ سَتَكُونُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعٌ، فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ» (9)

"عنقریب فتنے اور فساد ظاہر ہوں گے اور جو اس امت کی جماعت کے معاملات میں تفریق ڈالنے کا ارادہ کرے اسے تلوار کے ساتھ مار دو وہ شخص کوئی بھی ہو۔"

حضور اکرم ﷺ کو اپنی امت میں اختلاف بے حد ناگوار تھا۔ اس لیے سابقہ امتوں کی مثالیں دے کر باہمی افتراق واختلاف سے ڈرایا کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

«سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلَافَهَا، فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الكَرَاهِيَةَ، وَقَالَ كِلَا كُمَا مُحْسِنٌ وَ لَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا» (10)

"میں نے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ کی قرأت کے خلاف ایک آیت پڑھتے سنی تو میں اس شخص کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے آیا اور میں نے آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو میں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر ناگواری کا اثر محسوس کیا، آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں صحیح پڑھتے ہو، اختلاف نہ کرو جو لوگ تم سے پہلے تھے، انہوں نے اختلاف کیا تھا اسی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے۔"

مذکورہ قرآنی آیات اور احادیث سے واضح ہوا کہ اسلام میں فرقہ واریت کا کوئی جواز نہیں ہے۔ مگر نہایت افسوس اور لمحہ فکریہ کی بات ہے کہ اس وقت امت مسلمہ کئی فرقوں میں منقسم ہے۔ احکام قرآنی اور ارشادات نبوی ﷺ کی موجودگی کے باوجود فرقہ واریت نے امت مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے جو کہ تباہی وبربادی کی طرف تیزی سے لے کر جارہی ہے۔

فرقہ واریت کی ابتدا:

فرقہ واریت کی ابتدا پر جب نظر دوڑائی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ صرف عصر حاضر کا ہی نہیں ہے بلکہ اس کی تاریخ دور صحابہ تک پہنچتی ہے۔ دور صدیقی کی ابتداء میں منکرین زکوۃ کی صورت میں ایک فرقہ سامنے آیا۔ آپ نے ان کی سرکوبی کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کلمہ گو لوگ ہیں ان سے قتال کیسے جائز ہو سکتا ہے۔؟ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ المَالِ وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الحَقُّ » (11)

"واللہ میں اس شخص سے جہاد کروں گا جس نے نماز اور زکوۃ کے درمیان تفریق ڈالی زکوۃ تو مال کا حق ہے واللہ اگر انہوں نے ایک رسی بھی روکی جو وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے تو اس کے نہ دینے سے میں ان سے جنگ کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اللہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا۔ تو میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔"

اس طرح فرقہ واریت کے اثرات پھیلنے وپھولنے سے پہلے ہی ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں سبائی فرقہ سامنے آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ صفین کے موقع پر خوارج کے نام سے ایک فرقہ سامنے آیا۔ گزرتے وقت کے ساتھ مختلف فرقے وجود میں آتے گئے جن کے اثرات کچھ عرصہ رہتے اور پھر وہ دم توڑ جاتے ان میں نمایاں نام معتزلہ، قدریہ، جبریہ، جہمیہ، مرجئہ، مشبہ کا ہے۔

اور اس عرصہ میں اہل سنت کے چار مشہور فقہی مسالک کے ائمہ گزرے اور انہوں نے اجتہاد واستنباط سے جدید مسائل کا حل پیش کیا اور ہر امام کے پیش نظر شریعت اسلامیہ رہی، اور کوئی ایسی

تعبیر و تشریح ان کی طرف سے دیکھنے کو نہیں ملتی جس سے اسلام کی نظریاتی یا عملی بنیادوں کو نقصان پہنچا ہو۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان ائمہ کے درمیان اختلاف نہیں ہوا، بہت سے مسائل میں ائمہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا مگر بات اختلاف رائے تک رہی مخالفت میں تبدیل نہ ہوئی۔ اور یہ قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں بھی متعدد بار مختلف معاملات کے بارے میں مشورے ہوئے اور اس میں اختلاف رائے کے باوجود جس کی رائے کو ترک کر دیا گیا اس نے مخالفت نہیں کی۔ مثلا لوگوں کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے مشورہ ہوا کسی نے آگ جلانے کا مشورہ دیا اور کسی نے ناقوس بجانے کا مگر کلمات اذان کے ذریعے لوگوں کو مطلع کرنے کی صورت اختیار کی گئی۔([12])

صحابہ کرام کے مابین بھی اختلافی مسائل موجود تھے۔ امام شاطبی (م-790ھ) لکھتے ہیں:

قال القاسم لقد أعجبني قول عمر بن عبد العزيزما أحب أن أصحاب رسول الله لم يختلفوا؛ لأنه لو كان قولا واحدًا كان الناس في ضيق، وإنما أئمة يقتدى بهم؛ فلو أخذ أحد بقول رجل منهم كان في سعة ([13])

"قاسم نے کہا مجھے عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول بہت پسند آیا مجھے ہر گز یہ پسند نہیں کہ صحابہ نے (بعض مسائل میں) آپس کے اندر اختلاف نہ کیا ہوتا۔ کیونکہ ان سے اگر ایک ہی قول مروی ہوا ہوتا تو لوگ تنگی میں رہ جاتے، جبکہ صحابہ امام ہیں جن کی اقتدا ہونی چاہیے۔ چنانچہ کوئی شخص کسی ایک صحابی کا قول اختیار کر لے تو اس کیلئے اس کی گنجائش ہے۔"

امت مسلمہ کے درمیان اختلاف رائے کے باوجود آپس میں قطع تعلق نہیں ہوتی تھی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م-728ھ) لکھتے ہیں:

وأما الاختلاف في الأحكام فأكثر من أن ينضبط ولو كان كلما اختلف مسلمان في شيء تهاجرا لم يبق بين المسلمين عصمة ولا أخوة ولقد كان أبو بكر وعمر رضي الله عنهما سيدا المسلمين يتنازعان في أشياء لا يقصدان إلا الخير ([14])

"مسائل احکام میں تو اس قدر اختلاف ہوا ہے کہ اس کا ضبط میں آنا ممکن نہیں۔ اگر کہیں ایسا ہوتا کہ جب بھی کبھی دو مسلمانوں میں کسی مسئلے میں اختلاف ہوتا اور ایک دوسرے سے قطع تعلقی اختیار کر لی جاتی تو مسلمانوں میں کسی عصمت یا اخوت کا نام تک باقی نہ رہتا اور تحقیق ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھما جو مسلمانوں کے سردار ہیں ان کا مسائل میں بحث کرنے سے مقصود بھلائی ہوتا تھا۔"

چنانچہ اس بات میں تمیز کرنا ضروری ہے کہ اختلاف رائے اور مخالفت میں فرق ہے جسے اکثر اوقات نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ ائمہ میں اختلاف رائے تھا مخالفت نہیں تھی اور اس دور میں ایک نہایت مستحسن امر یہ نظر آتا ہے کہ اختلاف رائے کے باوجود فقہاء کرام کے مابین ادب واحترام اور رواداری کا پہلو نمایاں رہا۔ اور وہ ایک دوسرے کی علمیت اور قابلیت کا کھلے دل سے اعتراف کرتے تھے۔ اور اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

امام شافعی (م-204ھ) امام ابو حنیفہ (م-150ھ) کی علمیت کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں:

الناس كلهم عيال على أبي حنيفة في الفقه (15)

"تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔"

امام شافعی فن ناسخ و منسوخ میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور اس میدان میں اہل علم ان کے معترف ہیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل (م-241ھ) فرماتے ہیں:

عن محمد بن مسلم بن وارة أحد أئمة الحديث أن أحمد ابن حنبل قال له وقد قدم من مصر كتبت كتب الشافعي .؟ فقال لا قال فرطت ما علمنا المجمل من المفسر ولا ناسخ حديث رسول الله صلى الله عليه و سلم من منسوخه حتى جالسنا الشافعي (16)

"محمد بن مسلم وارۃ سے روایت ہے جو کہ ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں کہ جب وہ مصر سے واپس آئے تو امام احمد بن حنبل نے ان سے کہا آپ نے امام شافعی کی کتابیں نقل کی ہیں انہوں نے کہا نہیں، امام احمد نے کہا آپ نے کوتاہی کی ہے۔ اور پھر کہا ہم مفسر سے مجمل کو نہیں جانتے تھے اور نہ حدیث رسول ﷺ میں ناسخ کو منسوخ سے جانتے تھے یہانتک کہ امام شافعی کے پاس بیٹھے۔"

مذکورہ بالا اہل علم کے اقوال سے واضح ہو رہا ہے کہ وہ اپنے معاصر اور پیش رو اہل علم کی صلاحیتوں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے تھے۔ جس سے تعصب کی بجائے فکر و نظر کو تازگی ملتی رہی اور ان ائمہ کی تقلید کرنے والا یہ سمجھ کر ان کی تقلید کرتا تھا کہ وہ کتاب وسنت پر عمل کر رہا ہے۔ اور اس کے امام کی حیثیت ایسے ہے جیسے کوئی استاد یا ترجمانی کرنے والے، یا وضاحت و تشریح کرنے والے کی ہوتی ہے۔

مگر جونہی اس طرز عمل کو نظر انداز کیا گیا۔ اپنے ہی فرقہ کے مبنی برحق ہونے کا دعوی کیا گیا تو پھر امت مسلمہ اپنے اسلاف واکابر کے منہج وطریقوں سے ہٹنا شروع ہوئی اور نوبت یہاں تک آگئی کہ اگر کسی مسلک کے عالم کو اپنے امام کے کسی قول، مسئلہ اور بات کا خلاف حدیث وسنت ہونا معلوم ہو جاتا

اور دوران تحقیق اس کا یقینی علم ہوتا کہ اس مسئلہ یا قول ورائے میں اس کے امام کی بات مرجوح اور دوسرے امام کی بات راجح اور حدیث کے زیادہ موافق ہے تب بھی وہ اپنے امام کی بات کو رد کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام (م-660ھ) لکھتے ہیں:

ومن العجب العجيب أن الفقهاء المقلدين يقف أحدهم على ضعف مأخذ إمامه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا ومع هذا يقلده فيه، ويترك من الكتاب والسنة والأقيسة الصحيحة لمذهبه جمودا على تقليد إمامه، بل يتحلل لدفع ظواهر الكتاب والسنة، ويتأولهما بالتأويلات البعيدة الباطلة نضالا عن مقلده(17)

"اور عجیب تر بات یہ ہے کہ بعض فقہائے مقلدین کو اپنے امام کی دلیل کے ایسے ضعف پر واقفیت ہو جاتی ہے کہ جس کی کمزوری کو دور کرنے کے لیے وہ کوئی راہ نہیں پاتے، اور وہ اس کے باوجود اس مسئلہ میں اسی کی تقلید کرتے ہیں اوران ائمہ کا مذہب ترک کر دیتے ہیں جن کی تائید میں کتاب وسنت اور صحیح قیاسات ہیں، محض اس لیے کہ ان کو امام کی تقلید سے انحراف گوارا نہیں، بلکہ کتاب وسنت کے ظاہر مطلب کو دور کرنے کے لیے وہ تدبیریں کرتے ہیں، اور اپنے امام کے دفاع میں ہر طرح کی بعید اور بے بنیاد تاویلوں سے ان کو احتراز نہیں ہوتا۔"

چنانچہ یہی رویہ آگے منتقل ہوتا گیا اور اب وہ زمانہ ہے جس میں فرقوں کی کثرت ہے اور ہر جماعت اور فرقہ خود کو متبع حق وصداقت سمجھتا ہے اور دوسرے گروہوں و جماعتوں کے نقائص وعیوب تحریروں وتقریروں کے ذریعے بڑی شدومد سے پیش کیے جاتے ہیں جس سے فرقہ واریت نے ایسا روپ اختیار کیا کہ نوبت لڑائی و جھگڑے وقتل وغارت تک جا پہنچی۔ اور ہر فرقہ خود کو ناجیہ قرار دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ فرقہ ناجیہ کون ہے۔؟

فرقہ ناجیہ:

حضور ﷺ نے فرمایا:

« أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ» (18)

"تم سے پہلے جو لوگ تھے اہل کتاب میں سے وہ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور بیشک یہ امت عنقریب 73 فرقوں میں منتشر ہو جائے گی ان میں سے 72 آگ میں داخل ہوں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ فرقہ جماعت کا ہو گا۔"

اب وہ جماعت کونسی ہے جسے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔اس حدیث میں تفصیل نہیں ہے، مگر دوسری روایت میں تفصیل آرہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"میری امت پر بھی وہی کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا اور دونوں میں اتنی مطابقت ہو گی جتنی جوتیوں کے جوڑے میں ایک دوسرے کے ساتھ۔ یہاں تک کہ اگر ان کی امت میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہو گا تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والا آئے گا اور بنو اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہوئی تھی لیکن میری امت تہتر فرقوں پر تقسیم ہو گی ان میں ایک کے علاوہ باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ نجات پانے والے کون ہیں۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر چلیں گے۔"(19)

صحابہ کرامؓ کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

« إن الله اختار أصحابي على جميع العالمين سوى النبيين والمرسلين واختار لي من أصحابي أربعة: أبا بكر وعمر وعثمان وعليا، فجعلهم خير أصحابي، كلهم خير »(20)

"بے شک اللہ تعالی نے انبیاء اور رسل کے بعد تمام جہانوں میں سے میرے صحابہ کو چنا ہے۔ اور میرے لیے چار اصحاب کا انتخاب کیا ہے۔ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ،ان کو میرے بہترین ساتھی بنایا ہے اور سب صحابہ بہترین ہیں۔"

ایک حدیث میں ہے:

« أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ » (21)

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتداء کروگے کامیاب ہو جاؤ گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (22)

"پس جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو عنقریب وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا پس تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور خلفائے راشدین میں جو ہدایت یافتہ ہیں کی سنت کو پکڑے رہو اور اسے نواجذ (ڈاڑھوں) سے محفوظ پکڑ کر رکھو اور دین میں نئے امور نکالنے سے بچتے رہو کیونکہ ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ اقوال صحابہ کے بارے میں بحث ہوئی کہ کونسے صحابہ کے اقوال حجت ہیں۔

امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

أن جمهور العلماء قدموا الصحابة عند ترجيح الأقاويل فقد جعل طائفة قول أبي بكر وعمر حجة ودليلًا، وبعضهم عد قول الخلفاء الأربعة دليلًا، وبعضهم يعد قول الصحابة على الإطلاق حجة ودليلًا (23)

"بے شک جمہور علماء اقوال میں ترجیح کے وقت صحابہ کو مقدم کرتے ہیں۔ایک جماعت نے کہا کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کا قول حجت اور دلیل ہے۔اور دیگر بعض کے ہاں خلفاء اربعہ کے اقوال دلیل ہیں۔اور بعض نے مطلقاً تمام صحابہ کے اقوال کو حجت اور دلیل قرار دیا ہے۔"

موخر الذکر علماء کا قول قابل اعتماد ہے کہ دیگر لوگوں اور تابعین وتبع تابعین کے مقابلہ میں تمام صحابہ کے اقوال مطلقاً قابل حجت ہیں۔امام شاطبی لکھتے ہیں:

وذلك أن السلف والخلف من التابعين ومن بعدهم يهابون مخالفة الصحابة، ويتكثرون بموافقتهم (24)

"اور یہی وجہ ہے کہ سلف اور خلف تابعین میں سے اور ان کے بعد آنے والے صحابہ کرام کی مخالفت سے ڈرتے تھے اور بکثرت ان کی موافقت کرتے تھے۔"

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی اتباع کرے گا وہ کامیاب وکامران ہے۔اور جو بدعات کی پیروی کرے یا دین میں نئی باتیں نکالے وہ صحابہ کے راستہ پر نہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے ایک آدمی نے تقدیر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کے جواب میں جو باتیں لکھیں وہ نہایت قابل غور ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"امابعد۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کے معاملہ میں راہ اعتدال پر چلنے کی۔ اور اس کے بعد نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کی وصیت کرتا ہوں اور اہل بدعت و مبتدعین نے جو کچھ دین میں ایجاد کر لیا ہے اسے چھوڑنے کی۔ پس تم پر لازم ہے کہ سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو کیونکہ وہ تمہارے لیے اللہ کے حکم سے بچاؤ (اور ڈھال) ہے پھر جان لو کہ لوگوں نے کوئی بدعت ایسی نہیں ایجاد کی پچھلے زمانہ میں اس کے بطلان پر دلیل نہ ہو۔ یا اس کے اندر لوگوں کو عبرت نہ ہوئی ہو کیونکہ سنت کا اجراء ایسے شخص اور ہستی ﷺ نے کیا تھا جسے معلوم تھا کہ اس کی سنت کے خلاف میں کیا کیا خطائیں لغزشیں، حماقتیں اور گہرائیاں ہیں پس تم اپنے نفس کے لیے اس چیز کو پسند کر لو۔ جو جماعت صحابہ اور اسلاف امت نے اپنے لیے پسند کیا تھا (سنت نبوی) کیونکہ وہ علم دین سے واقف تھے اور بہت باریک بینی اور غور و فکر سے کام لے کر ممنوعات سے رک گئے تھے اور وہ احکام دین کا مطلب سمجھنے پر ہم سے زیادہ اقوی اور قادر تھے اور ان کے اندر جو فضائل تھے ان کی بناء پر وہ اور زیادہ بہتر تھے پس انہوں نے جتنا کافی ہے اتنا بیان کر دیا اس بارے میں جتنا شافی ہے وہ کہہ دیا پس ان کے پیچھے بھی کوئی کمی نہیں اور ان کے اوپر بھی کوئی زیادتی نہیں اور بے شک ایک قوم نے کوتاہی کی ان کے نیچے تو انہوں نے جفا اور ظلم کیا اور بعض لوگ ان سے اونچے ہو گئے تو انہوں نے غلو سے کام لیا۔" (25)

فرقہ ناجیہ کی وضاحت کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے فرقوں کی موجودگی میں اس کا مصداق کون ہے۔؟

فرقہ ناجیہ کا مصداق:

ایسے لوگ جو سنت رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں اور اصحاب رسول ﷺ کے اقوال سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں وہ اہل سنت والجماعت ہیں اور وہی فرقہ ناجیہ کا مصداق ہیں۔ امام ابن ابی حاتم رازی (م-327ھ) آیت کریمہ ﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ﴾ (26) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ قَالَ تَبْيَضُّ وُجُوهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِوَبِهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ قَالَ تَسْوَدُّ أَهْلُ الْبِدَعِ وَالضَّلالَةِ (27)

"ابن عباسؓ نے فرمایا﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ ﴾ سے مراد اہل سنت والجماعت اور﴿وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ﴾سے مراد اہل بدعت اور گمراہ لوگ ہیں۔"

شیخ ابو القاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی(م-535ھ)لکھتے ہیں:

والفرقة الناجية : أهل السنة والجماعة ، وأصحاب الحديث وهو السواد الأعظم . والدليل على أن الفرقة الناجية هو أهل السنة والجماعة أن أحداً لا يشك أن الفرقة الناجية هي المتمسكة بدين الله ودين الله الذي نزل به كتاب الله وبنيته سنة رسول الله (28)

"اور فرقہ ناجیہ سے مراد اہل سنت والجماعت اور محدثین اور وہی سواد اعظم ہیں۔ اور اس بات کی دلیل کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہی ہیں کہ اس بارے میں کسی ایک کو بھی شک وشبہ نہیں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو اللہ کے دین کو تھامنے والا ہے اور اللہ کا دین وہ ہے جس کو لے کر کتاب اللہ نازل ہوئی ہے۔ اور اس کی بنیاد سنت رسول ﷺ ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرقہ ناجیہ کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اعتقاد الفرقة الناجية المنصورة إلى قيام الساعة أهل السنة والجماعة(29)

"فرقہ ناجیہ کے عقائد جن کی قیامت تک مدد کی گئی ہے وہ اہل سنت والجماعت ہیں۔"

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فإن السنة تتضمن النص والجماعة تتضمن الإجماع فأهل السنة والجماعة هم المتبعون للنص والإجماع (30)

"تحقیق بے شک سنت شامل ہے نص کو اور جماعت شامل ہے اجماع کو پس اہل سنت والجماعت نص اور اجماع کی اتباع کرنے والے ہیں۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ(م-1176ھ)فرقہ ناجیہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَقُول الْفرْقَة النَّاجِية هم الآخذون فِي العقيدة وَالْعَمَل جَمِيعًا بِمَا ظهر من الْكتاب وَالسّنة، وَجرى عَلَيْهِ جُمْهُور الصَّحَابَة وَالتَّابِعِينَ (31)

"میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں اس چیز کو لینے والا ہے جو جو کتاب اور سنت سے ظاہر ہو اور جس پر جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا عمل ہو۔"

اور فرقہ غیر ناجیہ کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

وغير النَّاجِية كل فرقة انتحلت عقيدة خلاف عقيدة السّلف أَو عملا دون أَعْمَالهم (32)

"اور غیر ناجیہ فرقہ وہ ہے جس نے سلف کے عقیدہ اور ان کے عمل کے خلاف کوئی عقیدہ اور عمل اپنالیا ہو۔"

علامہ انور شاہ کشمیریؒ (م-1353ھ) اس حدیث « مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي » کی تشریح میں لکھتے ہیں:

مصداقه أهل السنة والجماعة، واشتهر أن الظاهرية ينكرون القياس وأنهم لا ينكرون الجلي بل الخفي، والفرق والتميز بين الجلي والخفي أمر ذوقي لا يمكن ضبطه وتحديده، ونُسب إلى الظاهرية أنهم لا يحتجون بأقوال الصحابة، وأقول: هذه النسبة إليهم في معرض الخفاء فإن ابن حزم الأندلسي من كبار الظاهرية وهو يتمسك في كتابه المجلى والمحلى بأقوال الصحابة كما نتمسك بأقوالهم، وفي قول من الشافعي أيضاً عدم الاحتجاج بأقوال الصحابة ولا ريب في أنه يتمسك بها في تصانيفه، فالحاصل أن الكلية مدخولة وبالجملة الآن مصداق الحديث اتباع المذاهب الأربعة والظاهري (33)

"اس حدیث کا مصداق اہل سنت والجماعت ہیں۔ اور یہ بات مشہور ہے کہ اصحاب ظواہر منکر قیاس ہیں، حالانکہ وہ قیاس جلی کے منکر نہیں بلکہ قیاس خفی کے ہیں۔ اور قیاس جلی و خفی کا معاملہ امر ذوقی ہے جس کی حدبندی کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور اصحاب ظواہر کی طرف یہ بھی منسوب ہے کہ وہ اقوال صحابہ کو حجت نہیں مانتے، میں کہتا ہوں یہ نسبت بھی ان کی طرف مقام خفا میں ہے، (مخفی ہے) اس لیے کہ ابن حزم اندلسی کبار ظاہریہ میں سے ہیں اور وہ اپنی کتاب المجلی اور المحلی میں اقوال صحابہ سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ ہم کرتے ہیں۔ اور امام شافعی کے بارے میں بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ بھی اقوال صحابہ کو قابل حجت نہیں سمجھتے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ وہ بھی اپنی کتابوں میں اقوال صحابہ سے استدلال کرتے ہیں۔ پس حاصل کلام یہ کہ اس حدیث کا مصداق اہل سنت والجماعت اور ان میں مذاہب اربعہ (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) اور اصحاب ظواہر ہیں۔"

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقائد واعمال میں حضور اکرم ﷺ کی اتباع کرے اور آپ ﷺ کے اصحاب کے راستہ پر چلے۔ جس جماعت کا دائرہ کار ان مذکورہ باتوں پر ہو وہ اہل سنت والجماعت ہیں وہ فرقہ واریت پھیلانے والا نہیں سمجھا جائے گا۔

فرقہ واریت کے اسباب:

فرقہ واریت کے متعدد اسباب ہیں جن میں چند اہم اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قاضی امام ابن العربی (م-543ھ) نے اختلاف وافتراق کے تین اہم اسباب کو بیان کرکے ان کی شرعی حیثیت متعین کی ہے۔ چنانچہ وہ آیت کریمہ ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

التفرق المنهى عنه يحتمل ثلاثة اوجه (34)

"وہ تفرق جس سے منع کیا گیا وہ تین طرح کا احتمال رکھتا ہے۔"

اس کے بعد انہوں نے تفصیلی بحث کی ہے جس کا مفہوم درج ذیل ہے۔

پہلا سبب:

عقائد میں اختلاف وافتراق کرنا، ایسے عقائد اختیار کرنا جو قرآن وحدیث کی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ جس کی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

وَيْحَكُمْ، أَوْ وَيْلَكُمْ لاَ تَرْجِعُنَّ بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (35)

" تمہاری تباہی ہو، میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا۔"

قرآن کریم میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ (36)

"تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور اسی راستہ کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اسی دین پر قائم رہو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔"

آج مسلمہ میں فرقہ واریت کی اہم وجہ عقائد میں اختلاف کا واقع ہونا ہے۔ مثلاً کچھ لوگ منکرین حدیث ہوگئے، کسی نے ایسی بحثیں شروع ہوگئیں جس پر نجات اخروی کا دارومدار نہیں ہے مگر ان باتوں پر اس قدر شدت پیدا ہوئی کہ ان کو عقائد میں شامل کرلیا گیا۔ مثلاً حضور ﷺ بشر تھے یا نور، عالم الغیب تھے یا نہیں، آپ ﷺ کا سایہ تھا یا نہیں۔ وغیرہ

دوسرا سبب:

حسد ورقابت کے جذبات کا پیدا ہونا جس کی وجہ سے ذات وپات، رنگ ونسل اور لسانی وعلاقائی تعصب کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ احادیث مبارکہ میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

ارشاد نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے:

« لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَقَاطَعُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا » (37)

"تم آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔"

اور اس کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے:

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ (38)

"اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔"

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حسد ورقابت بھی بسا اوقات اجتماعیت کے دھارے سے نکلنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

تیسرا سبب:

فروعی اور اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے سے اظہار لاتعلقی کرتے ہوئے انتہائی حد تک پہنچ جانا، اس لیے کہ ہر صاحب علم اور مجتہدانہ صلاحیت رکھنے والے ذی استعداد کو اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ اور ہر مجتہد اللہ کی رسی کو تھامنے والا ہے۔ لہذا کسی کو اس بناء پر سب وشتم کا نشانہ بنانا درست نہیں ہے۔ شریعت اسلامی میں وہ اختلاف منع ہے جو فتنہ وتعصب تک پہنچا دے اور امت مسلمہ کی جماعت سے الگ کر دے اور وہ اختلاف جو ایسا نہ ہو تو فروعی مسائل میں وہ محاسن شریعت میں سے ہے۔(39)

احادیث میں ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں مختلف اجتہاد کی صورتیں سامنے آئیں مگر غلط اور ناجائز کسی کو بھی نہیں کہا گیا۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے:

"کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جنگ احزاب سے واپس ہوئے تو ہم لوگوں سے فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں پہنچ کر، چنانچہ بعض لوگوں کے راستہ میں ہی عصر کا وقت آ گیا، تو

بعض نے کہا کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے جب تک کہ وہاں (بنی قریظہ) تک نہ جائیں، اور بعض نے کہا کہ ہم تو نماز پڑھیں گے اور آپ صلی ﷺ کا مقصد یہ نہ تھا کہ ہم قضا کریں جب اس کا ذکر رسول اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے کسی کو ملامت نہ کی۔" (40)

حافظ ابن حجر عسقلانی (م-852ھ) لکھتے ہیں:

قال السهيلي وغيره في هذا الحديث من الفقه أنه لا يعاب على من أخذ بظاهر حديث أو آية ولا على من استنبط من النص معنى يخصصه (41)

"سہیلی اور دیگر اہل نے علم نے کہا اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ نہ تو اس شخص کی مذمت ہو گی جو کسی حدیث یا آیت کے ظاہری معنی سے استدلال کرے اور نہ ہی اس آدمی کو عیب لگایا جائے گا جو نص کے کسی ایسے معنی سے استنباط کرے جو اس کی کوئی خاص مراد متعین کر دے۔"

حافظ ابن حجر مزید لکھتے ہیں:

وقد استدل به الجمهور على عدم تأثيم من اجتهد لأنه صلى الله عليه و سلم لم يعنف أحدا من الطائفتين فلو كان هناك إثم لعنف من أثم (42)

"جمہور علماء نے مذکورہ حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جو آدمی اجتہاد کرے اس کو گناہ گار نہ ٹھہرایا جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فریقین میں سے کسی ایک کو بھی بُرا یا غلط نہ کہا۔ چنانچہ اگر یہ گناہ ہوتا تو آپ اس فریق کو ضرور تنبیہ کرتے جس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہوتا۔"

عصر حاضر میں یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے کہ جب کوئی صاحب علم شخص تحقیق کے بعد کوئی رائے پیش کر دیتا ہے تو اسکے دلائل واستنباط سے صرف نظر کرتے ہوئے کھلم کھلا سخت تنقید اور گمراہی کے لیبل چسپاں کر دیے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ اکثر حالات میں یہ ہوتی ہے کہ وہ رائے پیش کرنے والا ناقدین کے مسلک ومشرب سے تعلق نہیں رکھتا۔

چوتھا سبب:

فرقہ واریت کا ایک اور اہم سبب طلب دنیا اور باہمی ضد ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا(43)

"اور واللہ مجھے اس کو خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو، لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم حصول دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگو گے۔"

باہمی ضد کے نقصان کو بیان کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا تَفَرَّقُوٓا إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ (44)

"اور اہل کتاب جو جدا جدا فرقے ہوئے تو علم آنے کے بعد اپنی باہمی ضد سے ہوئے۔"

امام ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حدثنا ابن عبد الأعلى، قال: ثنا ابن ثور، عن معمر، عن قتادة ﴿وَمَا تَفَرَّقُوا إِلا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ﴾ فقال: إياكم والفرقة فإنها هلكة ﴿ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ يقول: بغيا من بعضكم على بعض وحسدا وعداوة على طلب الدنيا (45)

"حضرت قتادہ نے ﴿وَمَا تَفَرَّقُوا إِلا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ﴾ کی تفسیر میں کہا فرقہ واریت سے بچو بے شک اس میں ہلاکت ہے اور ﴿ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں، طلب دنیا کی خاطر بعض کو بعض سے ضد، حسد اور عداوت تھی۔"

امام فخر الدین رازی (م-606ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ما تفرقوا إلا من بعد أن علموا أن الفرقة ضلالة، ولكنهم فعلوا ذلك للبغي وطلب الرياسة فحملتهم الحمية النفسانية والأنفة الطبعية على أن ذهب كل طائفة إلى مذهب ودعا الناس إليه وقبح ما سواه طلبا للذكر والرياسة، فصار ذلك سببا لوقوع الاختلاف(46)

"اہل کتاب نے یہ جان لینے کے بعد کہ فرقہ واریت گمراہی ہے تفرقہ ڈالا، اور اس عمل کی وجہ ان کی ضد اور طلب حکومت تھی چنانچہ ان کی نفسانی اور طبعی خواہش نے اس پر اکسایا کہ ہر فرقہ اپنے مذہب کی طرف چلا اور دیگر لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دی اور سرداری و شہرت کو طلب کرتے ہوئے اپنے ماسوا کو برا سمجھا، یہ چیزیں اختلاف کے وقوع کا سبب بنیں۔"

آج بھی مادی منفعت اور دنیاوی آسائشوں کے حصول کے لیے اکثر جماعتوں نے اپنی الگ شناخت اور پہچان کے لیے فرقہ بنایا ہوا ہے۔

فرقہ واریت کے تدارک کے لیے اقدامات:

فرقہ واریت کے خاتمہ و تدارک کے لیے درج ذیل اقدامات کی پاسداری ضروری ہے۔

1۔ قرآن وسنت کی اتباع:

کامیابی اور ہدایت کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ اس لیے بنیاد قرآن مجید کو بنایا جائے۔

حضورا کرم ﷺ نے فرمایا:

« تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ » (47)

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کتاب اللہ اور سنت نبی جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔"

قرآن کریم کی سب سے بہترین تشریح اور توضیح احادیث سے ملتی ہے۔اس لیے قرآن کریم کا مطالعہ احادیث کی روشنی میں کیا جائے اس سے صحیح راستہ اور سمت کا تعین آسان ہو گا۔اور بہت سی ایسی باتیں جو آج مختلف فرقوں کا شعار بن گئی ہیں ان کی اصلیت وحقیقت جانچنے وپرکھنے کا موقعہ ملے گا۔اسی کی تائید حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو ان سے درپیش مسائل کے حل کے لیے گفتگو فرمائی تو اس میں قرآن مجید کے بعد احادیث مبارکہ کو پیش نظر رکھنے کا حکم ہے۔(48)

چنانچہ قرآن وحدیث سے استفادہ کرنے کی صورت میں بہت سی فرقہ واریت کو ہوا دینے والی باتیں ختم ہو جائیں گی۔

2۔غیر ضروری بحثوں سے اجتناب:

ایسی گفتگو اور بحثیں جن کا دینی اور دنیاوی کوئی فائدہ نہیں ان سے گریز کیا جائے اس لیے کہ بسا اوقات اس قسم کی باتوں سے نوبت جدل ونزاع تک پہنچ جاتی ہے۔خود حضور اکرم ﷺ نے غیر ضروری سوالات سے منع کیا تھا۔(49)

3۔براہ راست تحقیق ومعلومات:

کسی بھی مسلک کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ براہ راست اس کے نقطہ نظر اور تحریروں کا مطالعہ کیا جائے۔اور اگر ضرورت محسوس ہو تو ان کے قابل غور افکار ونظریات کے بارے میں انہی سے دریافت کیا جائے کہ وہ اس زیر بحث بات، قول یا مسئلہ کو کس طرح پیش کرتے ہیں۔اس لیے کہ اکثر وبیشتر ایسا ہوتا ہے کہ فریق مخالف کی کتابوں سے ان کی عبارات وتحریرات کو سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کیا جاتا ہے جس سے عام طور پر غلط فہمیاں بڑھتی ہیں۔

4۔تعصبات کاخاتمہ:

فرقہ واریت کے فروغ میں تعصب کا اہم کردار ہے ۔اگر فرقہ واریت کا خاتمہ کرنا ہے تو ہر قسم کے لسانی،علاقائی،رنگ ونسل،ذات وپات کے طلسم کو پاش پاش کرنا ہو گا۔نبی کریم ﷺ نے ہر قسم کے وطنی ،قومی،نسلی ،جغرافیائی اور حسب ونسب پر مبنی تعصب کا خاتمہ کیا۔حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے:

> "ہم ایک جنگ میں تھے ایک مہاجر نے کسی انصاری کو مارا انصاری نے (مدد کے لئے) پکار کر کہا کہ اے جماعت انصار!اور مہاجر نے بھی پکار کر کہا اے جماعت مہاجرین!تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو یہ سنادیا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے بتایا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو مارا انصاری نے مدد کے لئے پکارا کہ اے جماعت انصار!اور مہاجر نے بھی مدد کے لئے پکارا کہ اے جماعت مہاجرین!تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس قسم کی پکار چھوڑ دو یہ برا کلمہ ہے۔"(50)

چونکہ اس جملے میں تعصب کی بو تھی اللہ کے نبی ﷺ نے اسے ناپسند کیا۔

اور خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

> "اے لوگو!تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ بھی ایک ہے یادرکھو کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت وبرتری نہیں سوائے تقوی کے۔" (51)

اور دیگر مسالک کے لوگوں کے نظریات کا احترام ضروری ہے۔گو ان کی اتباع ضروری نہیں ہے تاہم راوداری اور برداشت کی فضا قائم کرنا ہو گی۔

5۔مقدس ہستیوں کا احترام:

فرقہ وارنہ فساد کے خاتمہ کے لیے ضروری ہے کہ مقدس ہستیوں کا احترام کیا جائے۔انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد حضوراکرم ﷺ کے صحابہ مخلوقات میں افضل ہیں۔لہذا کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا اہل سنت کی دل آزاری کا باعث ہے۔اور صحابہ کرام کے بے شمار فضائل احادیث میں موجود ہیں۔

اس لیے فرقہ وارانہ فساد سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے بارے میں کوئی فرقہ ایسی بات نہ کہے یا ایسی تحریر نہ لکھے جس سے فسادات کا اندیشہ ہے۔

6۔ عوامی مقامات پر اشتعال انگیز تقاریر سے اجتناب:

اگر کسی فرقہ سے کسی دوسرے فرقہ کو اختلاف ہے تو اس کو عوام تک نہیں آنا چاہیے بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر ان کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ کھلم کھلا ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق وفاجر قرار دینا بھی فسادات کا باعث بنتا ہے۔ جس سے فرقہ واریت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام:

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں فرقہ واریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور فرقہ واریت پیدا کرنے والے فرد اور گروہ کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ جو شخص یا جماعت قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقوں سے ہٹ کر الگ راستہ بناتا ہے تو اسے فرقہ واریت پھیلانے والا سمجھا جائے گا۔ اجتہادی مسائل میں غور وفکر کرنا اور قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے مسائل کا حل پیش کرنا اس میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسے مسائل میں تحقیق کرنے والے کو فاسق وفاجر اور گمراہ کہا جاسکتا ہے۔ جس جگہ شرعی طور پر اختلاف کی گنجائش ہو وہاں مختلف اہل علم کی آراء کا احترام کرنا چاہیے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، ظاہری وغیرہ یہ سب اہل سنت ہیں ان کو ایک ہی جماعت اور فرقہ سمجھا جائے گا۔ اس لیے کہ ان کا علمی وشرعی مصادر پر اتفاق ہے۔ اور صدیوں سے علماء امت میں یہی اعتبار چلا آرہا ہے۔ اس لیے کہ ان فقہاء کے عقائد میں اختلاف نہیں اور نہ ہی جائز وناجائز، حلال وحرام کے اختلافات زیادہ ہیں بلکہ ان کے اکثر اختلاف اس بارے میں ہیں کہ یہ مسئلہ سنت ہے یا نہیں۔ سب اہل سنت وجماعت کی ذیل میں آتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کا اختلاف بنیادی طور پر نصوص کے فہم اور ترجیح میں ہونے والا اختلاف ہے اس قسم کا اختلاف شریعت کے محاسن میں سے ہے۔ مگر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے یا دنیاوی شہرت حاصل کرنے کے لیے یا اپنی الگ شناخت بنانے کے لیے فرقہ واریت پھیلانا اور دوسروں کے مسالک ومذاہب کو تنقید کا نشانہ بنانا قابل مذمت ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(1)القرآن، آل عمران:103

(2)مسلم بن حجاج، ابوالحسن، الصحیح، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، جلد4، صفحہ 1874

(3)الطبری، محمد ابن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، موسسۃ الرسالۃ، 1420ھ، جلد7، صفحہ 74

(4)القرآن، الاعراف:105

(5)ابن عطیہ الاندلسی، عبدالحق بن غالب، ابو محمد، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1422ھ، جلد1، صفحہ 486

(6)القرآن، الانعام:159

(7)ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1419ھ، جلد3، صفحہ 399

(8)الترمذی، محمد بن عیسی، ابوعیسی، السنن، مصر، مکتبہ ومطبعہ مصفطی البابی الحلبی، 1395ھ، جلد4، صفحہ 466

(9)مسلم بن حجاج، ابوالحسن، الصحیح، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، جلد3، صفحہ 1479

(10)البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد4، صفحہ 175

(11)البخاری، الصحیح، جلد2، صفحہ 105

(12)البخاری، الصحیح، جلد1، صفحہ 125

(13)الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، دارابن عفان، 1417ھ، جلد5، صفحہ 68

(14)ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، ابوالعباس، مجموع الفتاوی، دارالوفاء، 1426ھ، جلد24، صفحہ 173

(15) السرخسی، محمد بن احمد، شمس الائمہ، المبسوط، بیروت، دارالمعرفت، 1414ھ، جلد1، صفحہ 3

(16)ابن صلاح، عبدالرحمن بن عثمان، مقدمہ ابن صلاح فی علوم الحدیث، بیروت، دارالفکر، 1406ھ، جلد1، صفحہ 277

(17)ابن عبدالسلام، عزالدین عبدالعزیز، ابو محمد، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، قاہرہ، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، 1414ھ، جلد2، صفحہ 159

(18)ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السجستانی، السنن، بیروت، مکتبۃ العصریہ صیدا، س ن، جلد4، صفحہ 198

(19)الترمذی، السنن، جلد5، صفحہ 26

(20)المتقی، علاء الدین علی بن حسام، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، موسسۃ الرسالۃ، 1401ھ، جلد13، صفحہ 236

(21)الاجری، محمد بن حسین،ابو بکر،الشریعہ،ریاض،دارالوطن،1420ھ،جلد4،صفحہ1690

(22)ابوداؤد،السنن،جلد4،صفحہ200

(23)الشاطبی،الموافقات،جلد4،صفحہ456

(24)الشاطبی،الموافقات،جلد4،صفحہ457

(25)ابوداؤد،السنن،جلد4،صفحہ202

(26)القرآن، آل عمران:106

(27)الرازی،ابن ابی حاتم،عبدالرحمن بن محمد،تفسیرالقرآن العظیم ،المملکۃ العربیہ السعودیہ،مکتبہ نزار مصطفی، 1419ھ، جلد3،صفحہ729

(28)التیمی ،الاصبہانی،اسماعیل بن محمد، ابو القاسم،الحجۃ فی بیان المحجۃ وشرح عقیدہ اہل سنۃ،دار الرایۃ، 1419ھ، جلد2،صفحہ409

(29)ابن تیمیہ،احمد بن عبدالعلیم، تقی الدین،العقیدہ الواسطیۃ،الریاض،اضواءالسلف،1420ھ،جلد1،صفحہ54

(30)ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ،جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ،1406ھ،جلد6،صفحہ466

(31)الدھلوی،شاہ ولی اللہ،الامام،حجۃ اللہ البالغہ،بیروت،دارالجیل،1426ھ،جلد1،صفحہ289

(32)الدھلوی،شاہ ولی اللہ،حجۃ اللہ البالغہ،جلد1،صفحہ289

(33)الکشمیری،انورشاہ،سید،العرف الشذی شرح السنن الترمذی،1425ھ،جلد4،صفحہ126

(34)ابن العربی، محمد بن عبداللہ،احکام القرآن،بیروت،دارالکتب العلمیہ،1424ھ،جلد1،صفحہ381

(35)البخاری،الصحیح،جلد8،صفحہ159

(36)القرآن،الشوریٰ:13

(37)مسلم بن حجاج،الصحیح،جلد4،صفحہ1983

(38)القرآن، آل عمران:103

(39)ابن العربی،احکام القرآن،جلد1،صفحہ382

(40)البخاری،الصحیح،جلد2،صفحہ15

(41)عسقلانی،ابن حجر،احمد بن علی،فتح الباری شرح صحیح البخاری،بیروت،دارالمعرفت،1379ھ،جلد7،صفحہ409

(42)عسقلانی،ابن حجر،فتح الباری شرح صحیح البخاری،جلد7،صفحہ410

(43)البخاری،الصحیح،جلد2،صفحہ91

(44)القرآن،الشوریٰ:14

([45])الطبری، جامع البیان فی تاویل القرآن، جلد21، صفحہ 515
([46])الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر بن الحسن، مفاتیح الغیب، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1420ھ، جلد27، صفحہ 588
([47])مالک بن انس، الامام، الموطا، بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1406ھ، جلد2، صفحہ 899
([48])ابو داؤد، السنن، جلد3، صفحہ 303
([49])مسلم بن حجاج، ابو الحسن، الصحیح، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، جلد2، صفحہ 975
([50])البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد6، صفحہ 154
([51])احمد بن حنبل، الامام، المسند، موسسۃ الرسالۃ، 1421ھ، جلد38، صفحہ 474